OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10December 2021

میاں محمد بخشؒ کے کلام میں تعبیرات قرآنی کے نظائر- تجزیاتی مطالعہ

AN INTERPRETIVE STUDY OF QURANIC INTERPRETATIONS IN THE POETRY OF MIAN MUHAMMAD BAKHSH- ANALYTICAL STUDY

Dr. Asghar Ali Khan
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science & Technology (MUST), Mirpur, AJ&K.

Tahir Mahmood
Lecturer, Islamic Studies, Govt. Degree College Dolyao Jattan Kotli, A.J & K.

Dr. Tahir Aslam
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science & Technology (MUST), Mirpur, AJ&K.

Abstract: This study is fcused upon the work o f Mian Muhammad Bakhsh in his poetry about Quranic verses and presentation of their meanings in his poetry.Mīān Muhammad Bakhsh was a Sufi saint and a Western Punjabi Hindko and Persian poet regarded as the Rumi of Hind in Indian subcontinent. He belonged to the Qadri tariqah. He is especially renowned as the author of a book of poetry called *Sayful Mulūk* as well as the romance tragedy *Mirza Sahiban*. His works include: Siharfi, Sohni Mahiwal, Tuhfah-e-Miran, Tuhfah-e-Rasuliyah, Shireen Farhad, Qissa Sakhi Khavass Khan, Qissa Shah Mansur, Gulzar-e Faqar, Hidayatul Muslimin, Panj Ganj etc. He also wrote a commentary on the Arabic Qasidat-ul-Burda of al-Busiri and his most famous work is entitled Safarul 'Ishq (Journey of Love), but it is best known as Saif-ul-Maluk.He used a lot of Quranic Verces and their meanings in his poetry. He metaphoricaly represented Quranic understandings in his poetry. The excessive use of Quranic phrases makes his poetry unique and appealing.

Keywords: Mian Muhammad Bakhsh Poetry, Quranic verses.

میاں محمد بخشؒ خطہ کشمیر کی معروف روحانی شخصیت ہیں۔ پنجابی زبان وادب سے شغف وآگہی رکھنے والے خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں رہتے ہوں میاں محمد بخشؒ کے نام اور کام سے آگاہ ہیں۔ میاں محمد بخشؒ کی تصانیف کی تعداد پندرہ ہے لیکن ان کی وجہ شہرت ان کی لازوال تصنیف ''مثنوی سفر العشق المعروف قصہ سیف الملوک وبدیع الجمال'' ہے۔ پنجابی شاعری میں صوفیانہ افکار پیش کرنے کی جو روایت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے شروع کی وہ شاہ حسینؒ، بلھے شاہؒ، وارث شاہ سلطان باہوؒ، خواجہ غلام فریدؒ سے ہوتی ہوئی میاں محمد بخشؒ پر آکر مکمل ہوئی۔ اسلامی تصوف کو پنجابی زبان میں ڈھالنے کا سہرا ان متذکرہ بالا ہستیوں کے سر پر ہے۔ ان میں سے ہر ایک ہستی کا کلام تصوف و معرفت کے اسرار ورموز سے پر ہے لیکن جو قبولیت اور شہرت میاں محمد بخشؒ کے اسلوب کو حاصل ہوئی ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔ مجاز اور حقیقت کو ایک تصویر کے دورخ بناکر سمجھانے کی جو کوشش میاں محمد بخشؒ نے کی ہے اس میں دور دور تک ان کا کوئی شریک دکھائی نہیں دیتا ہے۔ قدرت بیان اور کلام کے فنی محاسن اس پر مستزاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پنجابی زبان وادب کا تذکرہ میاں محمد بخشؒ کی شخصیت کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے لیکن یہ نسبت میاں محمد بخشؒ کی شخصیت کا محض ایک رخ ہے اور کسی شاعر یا مصنف کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے اور اس کے فن کی گہرائی اور گیرائی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے۔

اسلامی تعلیمات کا ماخذ اول قرآن مجید ہے۔ اس لحاظ سے اس کی اہمیت سب پر فائق ہے۔ کلام میاں محمد بخشؒ میں قرآن پاک سے بہت زیادہ استفادہ واستدلال کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں میاں محمد بخش کے کلام میں قرانی آیات سے استدلال اور آیات کے استعمال کی مقدار وتعداد پیش نظر ہے نہ کہ استدلالات کی علمی حیثیت اور مقام ومرتبہ اس مقصد کے لیے میاں محمد بخشؒ کے کلام میں سے صرف ان اشعار اور مقامات کو لیا گیا ہے جہاں پر صریح قرآنی الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ میاں محمد بخشؒ نے اپنی حیات ظاہری میں جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے ان کو اگر اختصار کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ درج ذیل مختلف عنوانات بنتے ہیں:

1۔ عقیدہ ومسلک 2۔ سیرت ومنقبت 3۔ تاریخی واقعات وقصص 4۔ عشقیہ داستانیں 5۔ متفرق سی حرفیاں 6۔ منظوم چٹھیاں

ان موضوعات کے تحت جو تصانیف آپ کے قلم سے منصہ شہود پر آئیں ہیں ان کی تعداد سترہ (17) ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ہدایت المسلمین-2تحفۂ رسولیہ-3تحفۂ میراں-4تذکرہ مقیمی-5شیخ صنعان-6قصہ سخی خواص خان 7۔قصہ شاہ منصور-8 قصہ سوہنی مہینوال-9 شیریں فرہاد-10مثنوی سفر العشق قصہ سیف الملوک وبدیع الجمال-11مرزا صاحباں 12۔چٹھی ہیر رانجھا-13پنج گنج-14نیرنگ عشق-15سسی پنوں-16گلزار فقر۔

میاں محمد بخشؒ کی تصانیف کی خاص اور اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے ذریعہ اظہار کے لئے جس زبان کو اختیار کیا ہے وہ زیادہ تر پنجابی زبان کا پوٹھوہاری لہجہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں پہاڑی زبان کی آمیزش بھی ہے۔اس زبان کو اختیار کرنے سے میاں محمد بخشؒ کے کلام کی اہمیت اس اعتبار سے بڑھ جاتی ہے کہ انھوں نے جس طبقہ کو مخاطب کیا وہ عامۃالناس ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میاں محمد بخشؒ ایک عالم اور فاضل نیز قادر الکلام شاعر تھے۔عربی و فارسی میں ان کی مہارت اور گرفت ان کے کلام سے جابجا عیاں ہے۔تذکرہ مقیمی آپ کی فارسی دانی اور فارسی میں قادرالکلامی پر دال ہے۔مختلف مقامات پر آپ نے شعری محاسن سے اپنے کلام کو مرصع کیا ہے اور اس بات کا دعٰوی بھی کیا ہے کہ اگر وہ مکمل مہارت اور فن کا مظاہرہ کرتے تو پھر اس کلام کو صرف وہی سمجھ سکتا جو لقمان کا شاگرد ہوتا اور اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ انھوں نے اس کلام کو جان بوجھ کر عام فہم رکھا ہے۔البتہ اہلِ فن کے ذوق کی تسکین کے لئے انھوں نے کہیں کہیں لفظی اور معنوی محاسن سے بھی کلام کو مزین کیا ہے۔جیسا کہ انہوں نے مرزا صاحباں کے آخر میں کہا ہے۔

طبع زور نہ لایا صنعتاں تے رہیا لوڑ دا ملک تہیاں والا
بندہ زور جے لاوندا صنعتاں تے کہٹ لبھدا معنے پان والا
میرے قفل نوں لاوندا اوہ کنجی شاگرد ہوندا لقمان والا
عاماں واسطے شعر زبان ہندی پیا پھسدا سنن سنان والا[1]

ان اشعار میں فرماتے ہیں کہ صنعتوں کے استعمال پر اپنی پوری صلاحیت استعمال نہیں کی کیوں کہ ملک جو ایسی باتوں کا دھیان رکھتا ہے مجھے اس بات سے روکتا رہا ہے۔اگر یہ بندہ (شاعر) صنعتوں کے استعمال پر زور دیتا تو پھر معنی سمجھنے والا کوئی کم ہی ملتا۔میرے لگائے ہوئے قفل (لفظی اور معنوی صنائع کے استعمال کی طرف اشارہ ہے) کو چابی وہی لگا سکتا جو

لقمان کا شاگرد ہوتا(یعنی جو بہت زیادہ دانا ہوتا صرف وہی سمجھتا)اور عام لوگوں کے لئے یہ ہندی(پنجابی، فارسی مراد غیر عربی)شعر بھی بہت مشکل ہو جاتے۔ میاں صاحب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید اختر حسین جعفری نے پنجابی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

میاں محمد بخشؒ فطری شاعر تھے۔آپ قدرت کی طرف سے شاعرانہ خوبیاں لے کر اس جہاں میں تشریف لائے تھے اور قدرت نے آپ کو شاعری کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں حد سے زیادہ روانی تسلسل، سادگی، فصاحت اور بلاغت موجود ہے۔" [2]

میاں محمد بخشؒ کے کلام کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ وہ شریعت اسلام کے ابتدائی اور ثانوی مآخذ و مصادر پر پوری طرح نگاہ رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ہدایت المسلمین میں خالصتاً عقیدہ کے موضوع پر بات کی ہے اور اس سلسلے میں اپنے عقائد، نظریات بیان کرتے ہوئے قرآن، حدیث سیرت رسولؐ، فقہ، تاریخ، تفسیر سے مضبوط دلائل پیش کیے۔

کلام میاں محمد بخش میں تعبیرات قرآنی کے نظائر

ذیل میں سیف الملوک میں تعبیرات قرآنی کے نظائر کا تجزیہ کیا گیا ہے۔قرآن میں ارشاد ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔[3](تو وہ کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم)

اس آیت کے مفہوم کو میاں محمد بخش اپنے کلام میں یوں پیش کرتے ہیں:

سمجھ کسے تھیں گئے اگیرے چاچا پردے نوری قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی تائیں پایا شان حضوری[4]

نوری پردے ہٹا کر آپؐ ہر کسی سے آگے بڑھ گئے قاب قوسین لوادنی(دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی کم)کا مرتبہ اسی وجہ سے پایا۔اس شعر میں واقعہ معراج پر حضورؐ کا قرب جو قرآن نے بیان کیا ہے اس حقیقت کا پنجابی میں اظہار سے پہلا مصرعہ دوسرے مصرعہ میں بیان ہونے والی آیت مبارکہ کا ہی مفہوم بیان کر رہا ہے۔

قرآن مجید میں عہد الست کا واقعہ بہت مشہور ہے۔صوفیاء کے ہاں الست کی اصطلاح بہت اہمیت کی حامل ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے [وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِىْ آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا أَن تَقُولُواْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِيْن۔][5](اور جب تمہارے پروردگار

نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے انکی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) یہ اقرار اس لیے کرایا تھا کہ قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔)۔ اس آیت کے مفہوم کو اپنے کلام میں سموتے ہوئے میاں محمد بخش یوں سخن آراء ہیں:

کن آواز پوے ہر ویلے پہلے قول الستوں　　قَالُواْ بَلَى کو کیندے بھائی اوسے ذوقوں مستوں[6]

یعنی ہر وقت کان میں پہلے قول عہد الست کی آواز سنائی دیتی ہے (جن کے کانوں میں یہ آواز آتی ہے) وہ اسی ذوق وشوق سے آج بھی قالو بلیٰ کہتے ہیں۔ اس شعر میں میاں محمد بخشؒ عشق حقیقی کے عاشقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنھوں حقیقی عشق کی راہ پر قدم رکھا ہے وہ عہد الست کو آج بھی اسی طرح سنتے ہیں اور اسی شوق اور محبت سے آج بھی قَالُواْ بَلَى کہتے ہیں جس شوق اور محبت سے عہد الست والے دن انھوں نے بلیٰ کہا تھا۔

اللہ تعالیٰ انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں [وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔[7] (اور ہم ہی نے انسان پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم انکو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔) بیان ہوئی ہے۔ میاں صاحب اس کو اپنے الفاظ کا قالب یوں دیتے ہیں:

نَحْنُ أَقْرَبُ آپو کو کیندہ ایک دم دور نہ دسدا　　اس دے ڈیرے اندر تیرے پھریں لوڑاؤ جسدا

نَحْنُ أَقْرَبُ خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے اور ذرا بھی دور نہیں دکھائی دیتا جس کو ڈھونڈتے پھرتے ہو اس کے ڈیرے تیرے اندر ہیں۔ اس شعر میں شاعر نے بندے اور رب کے دور نزدیک ہونے کے متعلق یہ رائے بیان کی ہے کہ جس کو تم ادھر ادھر ڈھونڈتے ہو وہ تمہارے اندر موجود ہے کیوں کہ اس نے خود کہا ہے کہ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ مذکور شعر میں قرآنی آیت کی تعبیر کے ساتھ ساتھ یہ درس بھی موجود ہے کہ انسان کو اپنے نفس کی اصلاح کر لینی چاہیے۔ جب انسان نفسانی خواہشات سے بچ کر اللہ کی راہ پر چلے گا تو رب تعالیٰ کی معرفت اسے خود ہی حاصل ہو جائے گی۔

ونحن اقرب روا کہیا رب سچے قول حق والا تساں یاد ناہیں

کافر آکھدے دواصل رب دے نوں صورت وچ ہو قید آزاد ناہیں[8]

رب تعالیٰ نے جو خود بھی سچا ہے اور اس کی بات بھی حق ہے اس سے جو اقرب (قریب ترین) کہا ہے آپ کو یاد نہیں کافر رب کو دو کہتے ہیں تم صورتوں میں قید ہو آزاد نہیں ہو۔

یہ شعر شاہ منصور (حسین ابن منصور) کا جواب ہے جس میں قرآنی آیت بطور دلیل پیش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور خصوصی کرم کرنے والا ہے۔اپنے بندوں کے تمام گناہ معاف کر دینا اللہ کی بہت بڑی اور بے نظیر صفت ہے۔جیسا کہ قرآن میں ہے:[قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْم۔][9](اے پیغمبر صل اللہ علیہ وسلم میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا خدا توسب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ توبخشنے والا مہربان ہے۔)میاں محمد بخش کی نظر سے جب یہ آیت گزری تو آپ یوں گویا ہوئے کہ

جے اوہ نال نہ چلن دیوے پچھا کدی نہ چھوڑیں

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ والی آس امید نہ توڑیں[10]

اگر وہ تمہیں ساتھ نہ چلنے دے تو پھر بھی تم اس کی طلب نہ چھوڑنا۔اپنی آس امید ہمیشہ باقی رکھنا (کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ) لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ (تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا)۔

اس شعر میں میاں صاحب سالک راہ حق کو یہ نصیحت کر رہے ہیں کہ تم اپنی آس اور امید کا دامن کبھی نہ ہاتھ سے چھوڑنا اور اس پر تائید اور تاکید کے طور پر قرآنی آیت مبارکہ پیش کر رہے ہیں کہ اللہ کا فرمان ہے کہ تم میری رحمت سے مایوس نہ ہونا لہذا ایک دن تم بھی اس کی رحمت کو پا ہی لوگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کی خواہش کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**[وَلَمَّا جَاء مُوسَى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِيْ أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِيْ ۔]** [11](اور جب موسیٰ ہمارے مقرر

کئے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان کے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے پروردگار مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) دیکھوں۔

چور ہووے کوہ طور نہ جھلے نور حضوروں جھاتی　　لَن تَرَانِی آکھ اس تائیں ہور ہو چپ چپاتی

اَرِنِیْ اَرِنِیْ بوے ناہیں کھسڑا ساڈا چھڈے　　نامحرم دیدار نہ پاسی لکھ چلے کڈھے۔[12]

یعنی کوہ طور نور کی ایک بجلی برداشت نہ کر سکا اور چور چور ہو گیا تھا اس کو کہو کہ لن تَرَانِیْ (تم مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتے اور خاموش ہو جاؤ) أَرِنِیْ أَرِنِیْ (میں دیکھنا چاہتا ہوں) نہ کہو اور ہمارا پیچھا چھوڑ دے کیوں کہ نامحرم (غیر عارف) دیدار (کی دولت) نہیں پا سکتا اگرچہ لاکھ چلے کرے۔

ان اشعار میں مندرجہ بالا آیت مبارکہ مجاز اور حقیقت دونوں کی ایک عمدہ تمثیل بیان کی گئی ہے مجاز کی تو ظاہری معنی سے عیاں ہے اور حقیقی پر قرآن پاک کی آیت مبارکہ دال ہے کہ دیدار الٰہی کے طالب یہ سمجھ لیں کہ جس کو معرفت الٰہی حاصل نہیں ہے وہ نامحرموں کی طرح ہے اور نامحرم یا غیر عارف دیدار الٰہی جیسی قیمتی نعمت نہیں پا سکتا چاہے وہ کتنی ہی محنت و مشقت سے چلے کرے۔آگے لکھتے ہیں:

مہتر موسیٰ طور اوتے چڑھ کہیا سی رب زدنی　　سچے رب فرمایا او سنوں موسیٰ لن ترانی [13]

یعنی حضرت موسیٰؑ نے طور پر چڑھ کر رب سے کہا تھا کہ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں سچے رب نے اس سے کہا تھا کہ اے موسیٰؑ تم ہر گز نہیں دیکھ سکتے۔ یہ نعت کا شعر ہے جس میں موسیٰؑ کے مطالبہ دیدار کا ذکر ہے اس سے اگلا شعر ملا کر پڑھنے سے بات پوری طرح سمجھ آتی ہے۔

اسنوں چاہڑ براق سدایا کرسی عرشوں اگے　　قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى کہیا سنیا سارے جگے[14]

یعنی ان کو براق پر سوار کر کے کرسی و عرش سے بھی آگے بلایا اور قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (ترجمہ) کہا جو سارے زمانے نے سنا۔

پچھلے شعر میں یہ بات بیان ہوتی ہے کہ موسیٰؑ نے طور پر دیدار الٰہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن وہ پورا نہیں ہوا اس شعر میں یہ بیان کر رہے ہیں کہ حضرت محمدﷺ کو خود بغیر کسی مطالبہ کے دیدار الٰہی کی نعمت سے سرفراز فرمایا بلکہ قاب قوسین او ادنی تک کا اعزاز بخشا۔

إِنِّیْ أَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ إِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی۔[15]

میں تو تمہارا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار و تم (یہاں) پاک میدان (یعنی) طُوی میں ہو۔

موسیٰ نوں فَاخْلَعْ فرمایا وادی وچہ پہلیری　　ایس بُراق بہشتوں آندا سمجھو وتھ کہنیری[16]

موسیٰؑ کو مقدس وادی میں فاخلَعْ (نعلین اتارنے کا حکم) دیا اور ان کے لیے براق بہشت سے لایا گیا یہ بہت گہرا فرق ہے اسے سمجھو۔یہ بھی نعتیہ شعر ہے جس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ حضورؐ تمام انبیاء سے مقام و مرتبہ میں بڑھ کر تھے۔آیت قرآنی میں وادی طوی میں موسیٰؑ کے ساتھ رب کے ہم کلام ہونے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور پسندیدہ بندوں کی قرآن مجید میں کئی صفات بیان کی ہیں۔ان میں سے ایک صفت غصے پر قابو پانا ہے۔جیسا کہ اس فرمان ہے کہ [وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔][17] (اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔)

کاظمین الغیظ پڑھ کھاں والعافین کلاموں　　صابر شاکر ہو در رب دے بھلا ہووے اس کاموں[18]

کلام الٰہی میں سے والکاظمین الغیظ و العافین پڑھو اور اس کام پر صبر اور شکر کر اس میں بہتری ہو گی۔غیظ و غضب، جذبہ انتقام کے شر سے بچنے کے لیے تعلیمات قرآنی کو اس شعر میں پیش کیا گیا ہے۔

واقعہ معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کا بین ثبوت ہے۔قرآن نے اس واقعہ کو بڑی خصوصیت کے ساھ بیان کیا ہے ۔ ارشاہے :[سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِہِ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہُ لِنُرِیَہُ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّہُ ہُوَ السَّمِیْعُ البَصِیْر۔][19] (وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

ہویا سوار براق تے اوہ سلطان عرب سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِہِ کہن فرشتے سارے
مکے تھیں ایہہ پلک وچہ پہتا اقصیٰ جھب　　ہوا امام پیغمبراں پڑھی نماز اوس شب[20]

یعنی براق پر سوار ہو کر وہ سلطان عرب پلک جھپکنے میں مسجد اقصیٰ جا پہنچا(اس بات پر)سب فرشتوں نے کہاسُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِہ اوراس رات(انھوں نے)تمام پیغمبروں نے ان کی امامت میں نماز ادا کی۔میاں محمد بخشؒ نے اس آیت مبارکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واقعہ معراج کے لمبے لمبے واقعات کو بڑی حد تک ان اشعار میں سمو دیا ہے۔

تذکرہ مقیمی میں قرآن مجید کی ایک آیت کی تعبیر کرتے ہوئے بڑے عارفانہ انداز میں اپنا کلام پیش کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:[بَدِیْعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَإِذَا قَضَی أَمْراً فَإِنَّمَا یَقُولُ لَہُ کُن فَیَکُون۔][21](وہی)آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرمادیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔) میاں صاحب اس شعر کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کون ومکان کردہ از کاف ونون　　ذاتِ تو پاک ست زچون وچگون[22]

اے خلاق عالم!تو نے لفظ کن سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا اور تیری ذات کیوں اور کیسے سے پاک ہے۔

خلاق عالم کی قدرت تخلیق کا بیان ہے۔شاعر کھلے الفاظ میں اللہ تعالی کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ دنیا میں جو بھی اور جتنا بھی سب پر اللہ تعالی کی حکومت ہے۔اللہ نے ہی سب کو تخلیق کیا ہے۔اور یہ تخلیق محض ایک لفظ ''کن''کی بدولت ہو گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں سے دو صفات(طٰہ اور یٰس)کا خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید میں نہ صرف تذکرہ ہوا ہے کہ ان کے نام سے دو سورتوں کو بھی موسوم کیا گیا ہے۔ان صفات کو میاں محمد بخش رحمہ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں بڑی محبت اور احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

وصف او طہ،یٰس آمدہ　ہست قرآن حجت خیر الوری[23]

آپ ﷺ کی صفت طہ اور یس بیان ہوتی ہے دراصل پورا قرآن آپ کی حجت ودلیل ہے۔

نعتیہ شعر ہے جس میں حروف مقطعات کو حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف قرار دے رہے ہیں۔آپ گویا اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ پورا قرآن کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثناء کا عنوان ہے۔انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے سے عاجز ہے۔

تحفہ میراں بھی آپ کی تصانیف میں سے ایک عظیم الشان تصنیف ہے۔ اس کتاب میں بھی قرآنی آیات کی تعبیرات کو شعری قلب میں ڈھالا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی سیرت کے ایک واقعہ کو شاعر نے بڑے احسن انداز میں شعری رخ دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:[قَالَ هِیَ عَصَایَ أَتَوَکَّأُ عَلَیْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَآرِبُ أُخْرَی۔][24](انہوں نے کہا یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں۔)۔آپ لکھتے ہیں:

یا موسیٰ جد پچھیا اندھ تھیں پاک خداوند میرے ماتلک بیمینک کی اندر ہتھ تیرے

اے موسیٰ جب آپ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا تھا کہ ما تلک بیمینک (آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے)

اس مقام پر میاں صاحب ایک روایت بیان کر رہے ہیں جس میں امام غزالیؒ اور موسیٰؑ کے درمیان ہونے والے ایک مکالمہ کا ذکر ہے اور امام غزالی موسیٰؑ سے سوال پوچھ رہیں جس کا مندرجہ بالا آیت قرآنی میں ذکر ہے۔

[بَدِیْعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۔][25](وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔)

جاں تدھ کن کہیا ہکواری سبھ کجھ ہویا پیدا   ساعت ڈھل نہ لگی ربا کیتوئی جگ ہویدا

ایک بار جب تو نے کن (ہو جا) کہا تو ایک لمحہ دیر کیے بغیر سب کچھ پیدا ہوا اور یہ جہان ظاہر ہوا۔

رب تعالیٰ کی قدرت تخلیق کا اظہار و بیان ہے کہ جب یہ جہاں رنگ و بو وجود میں آیا تو اللہ تعالیٰ نے لفظ "کن" کہا تو یہ جہان وجود میں آ گیا۔**[ذٰلک فضل اللہِ یوتیه مَن یشآءُ وا للہُ ذوالفضل العظیم۔]**[26](یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔)

ذٰلک فضل اللہِ فرمایا سچا قول الٰہی خوبی کل اماماں والی حضرت میراں آہی[27]

ذٰلک فضل اللہِ (یہ اللہ کا فضل ہے) اللہ کی یہ سچی بات ہے تمام اماموں والی خوبیاں حضرت میراںؒ میں پائی جاتی تھیں۔ منقبت شیخ عبدالقادر جیلانی کے تحت ان کی مختلف خوبیاں ذکر کر کے میاں صاحب اللہ تعالیٰ کا قول نقل کر رہے ہیں کہ اللہ کا فضل ہے اور وہ جس پر چاہے اپنا فضل کرے۔

''مرزاصاحباں'' میں ایک مقام پر ابن آدم کو قرآنی تلقین یاد دلاتے ہیں۔قرآن میں ہے کہ [يَا بَنِيْ آدَمَ خُذُواْ زِيْنَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وكُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْن۔][28](اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تیئں مزین کیا کرو۔اور کھاؤاور پیواور بے جانہ اڑاؤ کہ خدا بیجااڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔)

چھڈ ہور چلاکیاں دس قصہ کاہنوں رائیگاں وقت گزارناں جی   دِتّا رب نے طبع دا تیز کھوڑا کی چرخ پیانت مارناں جی
موتی سخن دے حسن پیارڑے تے قدر آپنے داد یتے وارناں جی لاتسرفوا محمد او کہیار بدانہ وسارناں جی [29]

چالاکی چھوڑواور قصہ بناؤ وقت ضائع کیا کرتے ہو رب نے طبیعت میں تیزی دی ہے تو اس کو عام باتوں میں لگایا ہواہے۔سخن کے موتی بہت حسین اور عمدہ ہوتے ہیں اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق کہنے چاہیءں۔اے محمد بخش اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے لاتسرفوا(تم اسراف نہ کرو)اس بات کو نہ بھولنا۔ان اشعار میں میاں صاحب بے مقصد کلام کی مذمت کرتے ہوئے یہ فرمارہے ہیں کہ ہر بات اور ہر چیز اپنے مقام و مرتبہ پر ہی اچھی لگتی ہے دلیل یہ دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لاتسرفوا(تم اسراف نہ کرو)۔

اسی طرح دوسری جگہ اس آیت[وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِيْ آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا أَن تَقُولُواْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِيْن۔][30](اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے انکی اولاد نکالی تو ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا(یعنی ان سے پوچھا کہ)کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟وہ کہنے لگے کیوں نہیں؟ہم گواہ ہیں(کہ تو ہمارا پروردگار ہے)یہ اقرار اس لیے کرایا تھا کہ قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔)کاشعری ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اول عشق سوکھالڑا نظر آیاپئی لکھ بلا بلی پچھے   کروجتن محمدؒ یار ملے رہے رس کسے خطا پچھے [31]

پہلے پہل عشق آسان نظر آیا''بلی'' کہنے کی وجہ سے لاکھوں آزمائش آن پڑی ہیں اے محمد بخش کوشش کرو کہ یار مل جائے اور کسی غلطی سے ناراض نہ ہو جائے۔آیت ''عھدِ اَلَست'' کا ذکر کرتے ہوئے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جب بلی کہا تھا تو اس وقت یہ کہنا نہایت آسان معلوم ہوتا تھا لیکن بعد میں اس بلی کہنے کی وجہ سے بہت سے آزمائش بنی آدم کو برداشت کرنا پڑی ہیں۔

اپنی کتاب ''چٹھی ہیر رانجھا'' میں بھی اسی اسلوب کو مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں۔آپ انسان کو تنگی اور آسانی کا مفہوم سمجھاتے ہیں۔ قرآن میں آسانی اور تنگی کا ذکر کچھ اس طرح ہے کہ [فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً۔ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرا۔][32](اور)بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔(اور)بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔)

رانجھا خوب ہے عشق کما بیٹھا ہن وصل کارن انتظار ہویا توں ہیں عسر تھیں یسر ہیں کرن والا سچّو سچ تیرا اقرار ہویا[33]

یعنی رانجھا عشق میں مبتلا ہو کر اب وصل کے انتظار میں ہے تو ہی عسر (تنگی) سے یسر (آسانی) کرنے والا اور تیری یہ بات بالکل سچ ہو گئی ہے۔اس شعر میں میاں محمد بخشؒ تنگی کے بعد آسانی کی قرآنی خوش خبری بیان کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار اور دوسروں کو اللہ کی ذات اور اس کی محبت میں گم ہونے کا درس دیتے ہیں۔آپ کا ماننا ہے کہ دل اللہ کی محبت سے لبریز ہونا چاہیے۔دیگر چیزوں کا خیال اللہ کی محبت کو پراگندا کر دیتا ہے۔قرآن کی آیت ہے: [فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ۔][34](پس جان رکھو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں مومن عورتوں کے لیے بھی اور خدا تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔آپ اس آیت کا ترجمانی یوں کرتے ہیں:

لَاالٰہ دا ریہہ جھاڑ واندر پھیرتے غیر تھیں صاف ہووے بہے دل تے تخت تے اِلَااللہ اس نفس دا دور غلاف ہووے[35]

لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ جو کہ اللہ کے معبود واحد ہونے کا اعلان ہے اس کے ذریعے میاں محمد بخشؒ یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ لَااِلٰہَ کہنے سے دل پر جو بھی غیر اللہ کی نگر کی آلائشیں ہیں وہ دور ہوتی ہیں اور پھر اس پاک وصاف دل میں اِلاَّاللہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کو معبود حقیقی ماننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔یہاں تک کہ نفس کا پردہ بھی درمیان سے ہٹ کر دل میں اِلاَّاللہ سما جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ کی بادشاہت کا اقرار دنیا میں ہر موحد کرتا ہے۔اللہ کا فرمان قرآن میں یوں ہے:[وَلِلّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّواْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّهِ إِنَّ اللّهَ وَاسِعٌ عَلِيم]۔[36](اور مشرق اور مغرب سب خدا ہی کا ہے تو جدھر تم رخ کرو ادھر خدا کی ذات ہے بیشک خدا صاحب وسعت اور باخبر ہے۔)۔میاں صاحب نے اللہ کی قدرت کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

ص صفت صفات دی نہیں ہوندی جسڑی صورتاں خوب سہار ہے پھر ذات دا کون بیان کرے جیہڑے اپنا آپ چھپار ہے

اوس اگ دی کیا تمیز ہووے جیہڑی پتھراں وچ بشمار ہے　　فَاَیْنَمَا مُحَمّد اوَجْہُ اللہ کیسی رمز بوجھار تاں پار ہے[37]

"مثنوی نیرنگ عشق" میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا [الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔][38](سب طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔) کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مصیبت تھیں نہ خالی عشق دا راہ　　رنج اس دے گنج ہے الحمدُ لِلّٰہِ[39]

عشق کا راستہ تکلیف سے خالی نہیں ہے اس راہ کے دکھ حقیقت میں خزانے کی طرح ہیں الحمدُ للہ۔اس شعر میں سورہ فاتحہ کی پہلی آیت مبارکہ کا ایک حصہ نقل ہوا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔اس کو بطور شکرانہ بھی بولتے ہیں۔

[فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَباً قَالَ هَذَا رَبِّيْ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لا أُحِبُّ الآفِلِيْن۔][40](یعنی) جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) ڈھانپ لیا تو (آسمان میں) ایک ستارا نظر پڑا۔ کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے۔ جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانیوالے پسند نہیں)

خلیل آخر ہو ملک یقین کا　　مُقِرّ لاَ اُحِبُّ الآفلین کا

ڈٹھا روشن جمال اللہ واحد　　ٹٹا اوہ بت جو ہے سی غیر شاہد[41]

(ابراہیم کی مثل) بالآخر وہ ملک یقین کا خلیل ہوا "لا أحب الآفلین" کا اقرار کرنے والوں میں سے ہو گیا۔ خدائے واحد کا روشن خیال دیکھا اور خدا کے علاوہ جو بت تھے ختم ہو گئے۔

ان اشعار میں میاں محمد بخشؒ نے عشق کی ایک کیفیت اور مقام کا ذکر کیا جہاں پر آکر عاشق محبوب حقیقی کے علاوہ کسی دوسری چیز کو محبوب نہیں رکھتا حتیٰ کہ وہ اپنے پہلے معشوق تک کو بھول جاتا ہے کیوں کہ اب اسے فنا ہونے والی اور مٹ جانے والی صورت کے مقابلے میں غیر فانی محبوب حقیقی کا جلوہ دکھائی دینے لگتا ہے۔

سسی پنوں کا قصہ ایک مشہور رومانوی داستان ہے لیکن میاں محمد بخشؒ نے اس قصہ کو بہت زیادہ اختصار سے اور خالصتاً صوفیانہ انداز سے لکھا ہے میاں محمد بخشؒ کے اس قصہ میں 30 بند ہیں اور تقریباً ہر ایک بند میں کوئی نہ کوئی آیت یا حدیث بیان کی گئی ہے اس اعتبار سے یہ ایک تمثیل کے طور پر بیان کیا گیا قصہ ہے اس میں جو آیات وارد ہوئی ہیں درج ذیل ہیں۔

اس تمثیل میں سسی سے مراد انسان ہے اور پنوں اور ہوت سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے اس طرح یہ عشق حقیقی کا بیان ہے۔ایک آیت [بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۔][42](وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔) کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی قلبی کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

اول دے روزوں آھاروپ نیارا ایک اکارا　　قطرہ وکھ ہو یادریاؤں وجیا کر کرکارا عشق ذومارا

کن فیکون کیتا سُر آپے کر کرنا پکارا ساز مزارا محمد عشقوں بن سب کجھ بنیا کیتا اپرا اپارا ایہ جگ سارا[43]

روز اول وہ ایک ہی ذات تھی پھر اس میں ایک عشق کی وجہ سے ایک قطرے کو بصورت نور محمدی الگ کیا گیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کن کہہ کر اس نور محمدی سے تمام جگ بنایا اے محمد عشق کی بنیاد پر ہی یہ سارا جہاں وجود میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمانوں کی تخلیق کی ہے۔اس کا ذکر کرتے ہوئے اس قرآنی آیت [أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَن فِيْ الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ السجده۔][44](کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس شخص کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔) کو یوں اپنے خیال میں بیان کرتے ہیں:

یفعل اللہ مایشاءُ بِحُکم قادر جو چاہے سو کردا مالک ہردا　　آکھ محمد کی بھروسہ بے پرواہی کرداڈاہڈے دردا[45]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی نذرانہ یا عیب یا ہنر کی ضرورت نہیں ہے۔وہ جو چاہے سو کرتا ہے وہ زبردست ہے اور بے نیاز ہے اس کا کیا بھروسہ وہ کچھ بھی لکھ سکتا ہے۔

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَ أُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ 46

جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آگے چل کر دیا کرو گے اور میں اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں، بیشک خدا بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

وافوضُ امری اِلیَ اللہ دلوں زبانوں کہہ کھاں ہٹ نہ رہ کھاں

مر دے وانگ محمد ہو کے وس مُلاّں دے رو کھاں تختوں لہو کھاں [47]

یعنی اے سسی (مراد اے انسان) اپنی میں اور اپنی مرضی کے تخت کو چھوڑ دے اور مردہ بدست زندہ کی طرح اس کی رضا پر راضی ہو جا اور اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کو تفویض کر دے۔اسی طرح اس آیت [أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلاَ تَعْقِلُون۔][48](یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کیے دیتے ہو حالانکہ تم کتاب (خدا) بھی پڑھتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں ؟) کی تعبیر یوں کرتے ہیں:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ اپنی بھلی بنا آپ سہار　　اپنے گھر دی چھوڑ محمد دوجے ہتھ نہ پا ہوتے گل لو [49]

لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہو اے محمد بخش انسان کو سب سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔اپنے گھر کو چھوڑ کر دوسروں کے گھر کو درست کرنا مناسب نہیں ہے۔نیز اس آیت [مَّا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ مِنْ أَہْلِ الْكِتَابِ وَلاَ الْمُشْرِكِيْنَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَاللّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔][50](جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب یا مشرک وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے خیر (و برکت) نازل ہو اور خدا تو جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کیساتھ خاص کر لیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔) میں یوں کہتے ہیں:

وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اوٹ مینوں اس گلدی تاہیں جلدی　مہریں آوے جدوں محمد تکو سسّی تھل دی ہوتاں رلدی [51]

اللہ تعالیٰ فضل فرمانے والا ہے مجھے بھی اسی بات کی امید ہے وہ جب مہربانی کرنے پر آتا ہے تو سسی (مراد اپنے بندے کو) ہوتوں میں جا شامل ہوتی ہے۔(مراد بندے کو واصل کر دیتا ہے۔

ہدایت المسلمین ”ایاک“ [اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ.][52](اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔) میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار یوں کرتے ہیں:

اِیَّاکَ جو آیت آئی فاتحہ اَندر پَہائی　　مَعنی سُنو اُوہدے جِیوں دَسّے صَاحب علمِ صَفائی

یاری منگاں خاص ربے تھیں قادر مطلق باری　　لیکن ظاہر نبی ﷺ ولی تھیں جائز منگن یاری

وچہ حقیقت فاعل اللہ وچہ مجاز وسیلہ　　واسطیوں مکھ موڑ نہ مولے پھڑ دامن کر حیلہ

ایہہ نہیں فرمایا رب نے واسطیوں مکھ موڑو ہتھوں کہئو س نبی ﷺ ولی وچہ قدرت میری لوڑو

قوت میری نال کریندے اوہ مشکل آسانی باطن زورانہاں وچ میرا ظاہر روپ انسانی [53]

سورۃ فاتحہ کے اندر جواِیَّاکَ آیا ہے اس کے معنی جو صاحب علم اور صدق وصفا نے بتائے ہیں سن لو۔دوستی (مدد) اس رب سے مانگتا ہوں جو قادر مطلق ہے لیکن ظاہر میں نبی یا ولی سے دوستی (مدد) مانگنا بھی جائز ہے۔ حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے جبکہ مجاز میں وسیلہ ہوتا ہے واسطے سے منہ نہ موڑ بلکہ واسطے کو اختیار کر کے تدبیر کر۔اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ واسطے سے منہ موڑلو بلکہ اس نے تو یہ کہا ہے کہ نبی اور ولی میں میری قدرت تلاش کرو۔وہ میری ہی قوت سے مشکلات کو وہ آسان کرتے ہیں ظاہری طور پر انسان کا روپ ہوتا ہے جبکہ باطن میں ان کے اندر میری ہی قوت ہوتی ہے۔

شاعر نے مذکورہ آیت کو اس دعوی کے استدلال میں پیش کیا ہے کہ حقیقی فاعل اور قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی لیے استعانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے مگر انبیاء واولیاء سے بھی جائز ہے۔نبی اور ولی ظاہر میں بطور وسیلہ اور واسطہ کے ہوتے ہیں جب کوئی نبی یا ولی کسی مشکل کو آسان کرتے ہیں تو وہ بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ کی قوت کی بدولت ممکن ہوتا ہے لھذا اس آیت مبارکہ سے وسیلہ اور واسطہ اختیار کرنے کی ممانعت نہیں ہوتی بلکہ واسطے اور وسیلے کو تدبیر کے طور پر اختیار کرنا چاہیے۔

اسی طرح واقعہ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کنکریاں پھینکنے اور کفار کی شکست کا ذکر بڑے محبت بھرے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ [فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚوَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔][54](تم لوگوں نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں قتل کیا۔اور (اے محمد ﷺ) جس وقت تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔اس سے یہ غرض تھی کہ مومنوں کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح آزمالے۔بیشک خدا سنتا جانتا ہے۔) میں ''مارمیت'' کو مد نظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

مَارَمَيْتَ کہیا جیوں رب نے کارن یار پیارے تُدھ نہیں اُوہ ریت وگائی اوہ سَن کمّ ہمارے

نبی ولی وچہ فاعل مولیٰ رمیوں رمز پچھانو سمجھ تیر اوس تیر اندازوں نہیں کمانوں جانو [55]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے جو مَارَمَیْتَ کہا ہے کہ وہ ریت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ وہ ہمارا کام تھا۔ ("ولکن اللہ رمی") رمی سے یہ پوشیدہ بات سمجھ کہ نبی اور ولی میں حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ تیر کو تیر انداز کی طرف سے سمجھ نہ کہ کمان کی طرف سے۔اس آیت مبارکہ کو بھی شاعر نے اپنے اس دعوی کی دلیل بنایاہے کہ حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے جیسے کہ تیر کو تیر انداز پھینکتا ہے لیکن نکلتی وہ کمان سے ہے اب اگر کوئی تیر کو کمان کی طرف منسوب کرے گا تو وہ تیر انداز کی نفی کر دے گا جبکہ حقیقی نسبت تیر انداز کی طرف کرنا ہی درست ہے۔ بالکل ایسے ہی نبی اور ولی میں بھی حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت کو رومیؒ کشمیر نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ [یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭوَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚوَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِـيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚوَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔][56] (یہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پاسکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کو نسا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر ﷺ نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولتمند کر دیا ہے؟ تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو خدا ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب دیگا۔ اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔)

چھوڑ انکار تردوا پچھے جہل اَتے نادانی　　أَغْنَاہُمُ اللہُ وَرَسُولُہُ آیت ویکھ قرآنی[57]

آپ کہتے ہیں کہ یہاں پر انکار، شک، جہالت اور نادانی کو چھوڑ دو اور اغناھم اللہ و رسولہ والی آیت قرآنی کو دیکھ لو۔ (تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ رسولؐ کچھ دے سکتے ہیں یا نہیں) اس شعر اور آیت سے قبل کے اشعار میں شاعر نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو رب کی طرف سے بہت سی قدرتیں اور خزانے عطا ہوئے ہیں جن میں سے وہ آگے دوسروں کو بھی عطا کر سکتے ہیں اور عطا کرتے بھی ہیں اور اگر تمہیں اس بات میں کچھ تردد ہے یا جہالت ولاعلمی ہے تو قرآن پاک کی آیت مبارکہ دیکھ لو کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند کر دیا ہے۔

ہدایت کا اصل منبع اور سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بنا کوئی ہدایت حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی راہ دکھانے والا اور رہنما بنا کر بھیجا ہے۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اپنی خواہش اور مرضی سے کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ یہ اللہ کا کام ہے۔ آیت ہے:[اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ ۚوَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۔][58](اے محمد) تم جس کو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔)۔

لا تسمع دے معنے سُنیو جو دَسّے جمہوراں　　　نہیں سُنا سکیں تُوں پَنّداں کُفّاراں مغروراں

ہے ایہہ نفی سُنانون اُوتّے نہ سُننے تے لا کہ　　　فِی الحقیقت وِچّہ دِلاں دے رَبّ سُنانون والا

میں سُناواں تاں دِل سُندا نہیں تاں سُننوں رہیا　　　جِس چاہاں تِس کراں ہدایت لاتَھْدِیْ جِنّیوں کہیا[59]

اس عنوان کے تحت شاعر نے آیت مذکور کے معنی بیان کیے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے رجوع پر بحث کی ہے۔ بقول شاعر تسمع کے معنی جو جمہور نے بتائے ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ مغرور متکبر کفار کو نصیحت نہیں سنا سکتے اور یہ سنوانے کی نفی ہے سننے کی نہیں ہے۔ حقیقت میں دل کے اندر بات ڈالنے والا رب ہے اور اس کا یہ کہنا کہ اگر میں سناؤں تو دل سن سکتا ہے ورنہ وہ سن نہیں سکتا اور جس کو چاہوں ہدایت کرتا ہوں جیسا کہ ''لا تھدی'' والی آیت میں فرمایا ہے گویا کہ یہاں پر حقیقی مردے مراد نہیں بلکہ دل کے مردے مراد ہیں۔

اسلام میں شہید کا مقام و مرتبہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شہید کو زندہ قرار دیا ہے اور اس کو رزق کے عطاء کیے جانے کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد ہے:[وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۔][60](اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔)۔ میاں صاحب اس آیت کی روشنی میں شہید کی عظمت یوں بیان کرتے ہیں:

کافر مردے کربُلائے وِچّہ قرآن رَبّ سَائیں　　　پھیر مریض القلب سُنایا خَاص مُنافق تائیں!

مومن تائیں زندہ کہیا رَبّ جہاناں والے　　　پڑھ آیت لاَ تَحْسَبَنَّ بَلْ هُمْ اَحْيَا نَالے[61]

کافروں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مردہ کہہ کر پکارا ہے اور منافق کو مریض القلب قرار دیا ہے جبکہ مومن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کہا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا وہ مرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

اسلام میں قول کے ساتھ ساتھ فعل پر عمل کرنے کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اسلام کہتا ہے مسلمان کو چاہیے کہ جو وہ کہے اس پر عمل بھی کرے۔ ارشاد ہے: [وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔][62](اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ تم نے (حکم خدا) سن لیا مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے۔)۔ میاں صاحب کہتے ہیں:

یعنی چا سمجھاندا اُو نہاں پاندے نفعے ہزاراں　　نہیں تے اِیہہ کنّاں دا سُنناں حاصل ہے کفّاراں
لاَ تُسْمِعْ وِچّہ آیا ناہیں مردا نہیں سُنیندا　　اِیہہ آیا دِل مردہ کافر نہیں قبول کریندا[63]
لاَ تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ جئیوں صاحبؑ فرمایا　　پھر قَالُوْا سَمِعْنَا کئیوس هُمْ لاَ يَسْمَعْ آیا
یعنی ہووونہ مسلمانوں تُسیں بھی ہرگز ایسے　　لوک مُنافق مشرک کافر کرماں مارے جیسے [64]

اس آیت مبارکہ سے پہلے شاعر نے مختلف اہل علم کے حوالے دے کر یہ بات بیان کی ہے کہ سننا دراصل تین قسموں کا ہے۔

اول:-کانوں سے سننا

دوم:-دل سے ماننا

سوم:-قبول کرنا اقرار کرنا۔مان کر اس کا فائدہ پانا یعنی اطاعت کرنا۔

کانوں سے سننا تو مومن کافر دونوں کو حاصل ہے۔

دل سے ماننا کسی کسی کو حاصل ہے اور نفع حاصل کرنا یہ عام نہیں ہے یعنی سن کر اس کے بعد اطاعت کرنا کانوں سے سننا اور سنوانا ایک دوسرے کے اختیار میں ہے جبکہ حق بات کو قبول کرنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اگر کسی کافر کو سمجھانا مقصود ہو یعنی حق بات کی ہدایت دینا مقصود ہو تو پھر نصیحت اور حق بات قبول کرنے کی توفیق خود انھیں بخشتا ہے اور وہ اس سے نفع بھی حاصل کرتا ہے۔ نہیں تو یہ کانوں سے سننا تو کفار کو بھی حاصل ہے جبکہ آیت مذکور لا تسمعُ میں یہ بات نہیں بیان ہوئی کہ مردہ نہیں سنتا بلکہ دراصل اس میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ کافر کا مردہ دل

حق بات کو قبول نہیں کرتا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ اس سے اگلی آیت مبارکہ میں فرمایا کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے حکم خدا سن لیا مگر حقیقت میں نہیں سنتے۔ یعنی کانوں کے سننے کا یہاں اعتبار نہیں ہے بلکہ یہاں خود قرآن پاک کے الفاظ سے یہ بات واضح ہے کہ ان کے دل سے ماننے کی اور حق بات کے اقرار کرنے کی نفی وھم لا یسمعون کہہ کی گئی ہے کہ وہ سنتے نہیں تھے اسی طرح اول الذکر آیت مبارکہ میں بھی لاتسمع سے مراد دل مردہ کا عدم قبول حق ہے۔ لھذا مؤخرالذکر آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم ایسے منافق، کافر اور مشرک لوگوں کی طرح نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم سنتے ہیں اور اصل میں وہ سنتے نہیں ہیں کانوں سے اگر سنتے بھی ہیں تو انھیں کیا حاصل ہے۔

''تحفہ رسولیہ'' بھی آپ کی دیگر کتابوں کی طرح تصوف اور صوفیانہ افکار کا مجموعہ ہے۔ اس میں بھی آپ عامۃ المسلمین کی ہدایت کے لیے قرآن سے استدلال کیا ہے۔ ایک مقام پر قرآن کی آیت [مَن يُضْلِلِ اللّهُ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ۔][65](جس شخص کو خدا گمراہ کرے اسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بہکتے رہیں۔) کے ضمن میں شعر خوانی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اِک پَر دار پکھیرو ہوکے چام چڑک بے چاری　　　انّھاں چوہاوِچہ ّہنیرے روشنیوں بیزاری
ہوندے پَر نہ اُڈّے اُوچے سورج لوِنہ چاہے　　　وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلاَ هَادِيَ لَهُ کون ویکھائے راہے[66]

ایک پرندہ چمگادڑ جو اندھے چوہے کی طرح ہے روشنی سے بیزار اور اندھیرے میں رہتا ہے۔ پر ہوتے ہوئے اور سورج کی روشنی ہوتے ہوئے اڑتا نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جس کو خدا گمراہ کردے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ یہاں شاعر نے انسان کے لیے چمگاڈر کی تشبیہ کا استعمال کیا ہے اور اللہ کی ہدایت کو نور اور روشنی قرار دیا ہے۔ جس طرح چمگاڈر نور اور روشنی سے دور رہتا ہے ایسے ہی انسان خود کو جہالت، شرک اور گمراہی کے اندھیروں میں رکھتا ہے اور اللہ کی ہدایت اور نور سے دور بھاگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دین اسلام ہمیشہ قائم رہنے اور قیامت تک کے لیے ہدایت کا سامان ہے۔ کفار اس نور کو بجھانے اور ختم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے: [يُرِيْدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔][67](یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھادیں حالانکہ خدا اپنی روشنی

کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔)۔ میاں صاحب اسی آیت کا مفہوم کفار اور اللہ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاہِہِم آیت قرآن ہے　　وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ہے[68]

یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھادیں حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ گزشتہ اشعار میں ختم نبوت کا ذکر ہے اس آیت کو ذکر کر کے یہ استدلال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے جب نور (نبوت) کو مکمل کر دیا تو پھر نئے نبی کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔

بیعت رضوان کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی جنہوں نے یہ بیعت کی، مدح کی ہے۔ ارشاد ہے: [إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُونَکَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيْہِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاہَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْراً عَظِيْماً ۔][69] (جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے خدا سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔)۔ میاں صاحب اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

کِیتی مدح مُبارک اُوسدی بیعت رِضوان اللہ　　اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ[70]

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بیعت رضوان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ”جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔“

دوزخ اور اللہ کے عذاب کا سن کر مؤمن کا دل ڈر جاتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جہنم سے پوچھے گا کہ [يَوْمَ نَقُولُ لِجَہَنَّمَ ہَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ ہَلْ مِن مَّزِيْدٍ۔][71] (اس دن ہم دوزح سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے۔)۔ اس آیت کو پڑھنے کے بعد شاعر کا دل ڈر جاتا ہے اور وہ بہت عاجزانہ انداز میں اللہ تعالیٰ سے گویا ہوتے ہیں کہ

دوزخ ھلْ مِنْ مَّزِیْد پکارے وَاتَّقُوا ہے رب کہندا　　وَانگ جِبال میرا دِل وَٹّا خبر نہئیں کی سَہندا
خَالی ہَتھ گُناہیں پَہر یا دَم دَاناں بھرِوَاسَا　　اِکّ محمدؐ نام بَندے نُوں چھگے وِچّہ اَساسَا[72]

اس آیت کو ذکر کر کے شاعر اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کر رہا ہے کہ میرا دل بھی پتھر کی مانند ہے اور دوزخ مزید، مزید پکار رہی ہے میرے ہاتھ خالی ہیں میرے پاس جو اثاثہ ہے وہ صرف اللہ کے رسول محمد ﷺ کا نام نامی ہے۔

خلاصہ بحث

مختصر یہ کہ میاں محمد بخش رحمۃاللہ علیہ کے کلام میں قرآنی آیات کی بہترین تعبیر کی گئی ہے۔آپ نے قرآنی آیات کے مفہوم کو اس دلنشین انداز میں پنجابی قالب میں ڈھالا ہے کہ آپ کے عہد کے لوگ جو شعر و سخن میں دلچسپی اور لگن رکھتے تھے،اس کلام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔انہوں نے آپ کے کلام کے اثر کو قبول کیا اور ہدایت کی راہ پائی۔آپ کے کلام میں قرآن مجید کی آیت کی تعبیر کا اثر یہ ہوا ہے کہ آج تک لوگ آپ کے کلام کو سنتے اور اس سے اثر قبول کر رہے ہیں۔

نیز زیر نظر مضمون میں ہم نے میاں صاحب رحمۃاللہ علیہ کے صرف ان اشعار کو لیا ہے جس میں صراحت کے ساتھ قرآنی الفاظ آئے ہیں،اس کے ساتھ اگر ان اشعار کو ملا لیا جائے جن میاں صاحب آیات کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں تو یہ تعداد مزید بھی بڑھ جائے گی۔ مضمون میں زیر بحث بعض اشعار سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے صرف تذکیر اور وعظ و نصیحت کی آیات کو اپنے اشعار میں نہیں سمویا بلکہ نہایت دقیق علمی اور اختلافی مضامین کے متعلقہ آیات کو بھی انہوں نے اپنے اشعار کا حصہ بنایا ہے اور بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ نہایت دلنشین انداز میں سادگی اور برجستگی کے ساتھ اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے۔جیسا کہ سورہ فاتحہ کی آیت [إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ] کے تحت کی جانے والی ''استعانت بغیر اللہ''کی تمام مباحث کو انہوں نے چند اشعار میں سمو دیا ہے۔

الغرض میاں صاحب کے کلام میں جس کثرت کے ساتھ قرآنی آیات صراحۃً یا اشارۃً وارد ہوئی ہیں شاید ہی کسی پنجابی کلام میں اس کثرت کے ساتھ موجود ہوں اور شاید اسی وجہ سے اللہ تعالی نے میں صاحب کے کلام کو جس قبولیت و شہرت سے نوازا ہے اور جس کثرت کے ساتھ ہر خاص و عام اس سے نفع اٹھاتا ہے کم ہی پنجابی شعراء کے حصے میں یہ قبولیت و شہرت آئی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

[1]۔میاں محمد بخش مرزا صاحباں،ص189،ناشر میاں محمد زمان،2005ء۔

[2]۔اختر جعفری،سید،ڈاکٹر،حضرت میاں محمد بخشؒ حیاتی تے شاعری،صفحہ 264،مقصود پبلشر،لاہور 2007۔

[3]۔النجم:9

[4]۔میاں محمد بخش سیف الملوک، ص:67،نظامت اور قاف مظفر آباد،ط سوم،1999ء۔

[5]۔الاعراف:172

[6]۔سیف الملوک، ص:86

[7]۔ق:16

[8]۔سیف الملوک، ص:20

[9]۔الزمر:53

[10]۔میاں محمد بخش سیف الملوک، ص:90

[11]۔الاعراف:143

[12]۔سیف الملوک، ص:286

[13]۔میاں محمد بخش شیخ صنعان، ص:06،نظامت او قاف مظفر آباد، س ن۔

[14]۔شیخ صنعان، ص:06

[15]۔طہٰ:12

[16]۔میاں محمد بخش شیخ صنعان، ص:06

[17]۔آل عمران:134

[18]۔میاں محمد بخش تذکرہ مقیمی، ص:404

[19]۔الاسراء:1

[20]۔تذکرہ مقیمی، ص:23، قلمی نسخہ۔

[21]۔البقرۃ:117

[22]۔تذکرہ مقیمی، ص:35

[23]۔تذکرہ مقیمی، ص:57

[24]۔طہٰ:17

[25]۔البقرۃ:117

[26]۔الجمعہ:4
[27]۔تذکرہ مقیمی،ص:35
[28]۔الاعراف:31
[29]۔مرزاصاحباں،ص:22
[30]الاعراف:172
[31]۔مرزاصاحباں،ص:94
[32]۔نشرح:6-5
[33]۔میاں محمد بخش، چٹھی ہیر رانجھا،ص:74،نظامت اوقاف مظفرآباد۔
[34]۔محمد:19،شوکت بک ڈپو، گجرات،1980ء۔
[35]۔میاں محمد بخش،پنج گنج،ص:17
[36]۔البقرۃ:115
[37]۔پنج گنج،ص:26
[38]۔الفاتحۃ:1
[39]۔میاں محمد بخش، مثنوی نیرنگ عشق،ص:70
[40]۔الانعام:76
[41]۔مثنوی نیرنگ عشق،ص:98،چوہدری بک ڈپو،دینہ،1998۔
[42]۔البقرۃ:117
[43]۔میاں محمد بخش، سسی پنوں،ص:31، تحقیق وتالیف میاں ظفر مقبول،بزم مولاناشاہ لاہور،2012ء۔
[44]۔السجدہ:18
[45]۔سسی پنوں،ص:33
[46]۔غافر:44
[47]۔سسی پنوں،ص:34

[48]۔البقرۃ:44

[49]۔سسی پنوں،ص:36

[50]۔البقرۃ:105

[51]۔سسی پنوں،ص:36

[52]۔الفاتحہ:04

[53]۔میاں محمد بخش،ہدایۃ المسلمین،ص:26،نظامت اوقاف مظفر آباد،آزاد کشمیر،1980ء۔

[54]۔الانفال:17

[55]۔ہدایۃ المسلمین،ص:26

[56]۔التوبۃ:74

[57]۔ہدایۃ المسلین،ص30

[58]۔القصص:56

[59]۔میاں محمد بخش،ہدایۃ المسلمین،ص:45

[60]۔آل عمران:69

[61]۔ہدایۃ المسلمین،ص:46

[62]۔الانفال:21

[63]۔ہدایۃ المسلمین،ص:46

[64]۔ہدایۃ المسلین،ص:46

[65]۔الاعراف:186

[66]۔میاں محمد بخش،تحفہ رسولیہ،ص:6،نظامت اوقاف مظفر آباد،1978ء۔

[67]۔الصف:8

[68]۔تحفہ رسولیہ،ص:8

[69]۔الفتح:10

[70]۔تحفہ رسولیہ، ص:51

[71]۔ق:30

[72]۔تحفہ رسولیہ، ص:87